۱۳۔ المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، ابوالحسن، الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، دارا حیاء التراث العرابی، بیروت (لبنان)، س۔ن، ۱/۱۰۵

۱۴۔ کتاب الاموال، ص ۵۴

۱۵۔ حوالہ سابق، ص ۵۳

۱۶۔ سنن ابن ماجہ، ابواب التجارت، باب مالا یحل بیعہ، ۲۱۶۷

۱۷۔ مسند احمد بن حنبل، داراحیاء التراث العربی، بیروت (لبنان)، ۱۴/ ۱۵ ۱۴ھ/ ۱۹۹۴، طبع سوم، ۲/ ۱۸۴

۱۸۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریۂ ملکیت، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ئ، طبع ششم، ۲/ ۴۵

۱۹۔ فقہ الزکاۃ، ۲/ ۱۰۳۹-۱۰۴۰

۲۰۔ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السّماء والماء الجاری، ۱۴۸۳

۲۱۔ فقہ الزکاۃ، ۲/ ۱۰۴۳؛ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دارالمعرفۃ، بیروت (لبنان)، س۔ن، ص ۷۰

۲۲۔ الطّبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، تاریخ ال اُمم والملوک المعروف بہ تاریخ طبری، دارالکتب العلمیۃ، بیروت (لبنان)، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء، طبع دوم، ۲/۱۴۰

۲۳۔ الکاسانی، ابوبکر بن مسعود بن احمد، علاؤ الدین (م ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، داراحیاء التراث العربی، بیروت (لبنان)، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ئ، ۲/ ۱۷۰

۲۴۔ کتاب الاموال، ص ۴۴؛ کتاب الخراج (امام ابو یوسف)، ص ۱۲۶

۲۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفی، والامارۃ، باب فی التشدید فی جبایۃ الجزیۃ، ۳۰۴۵

۲۶۔ کتاب الخراج (امام ابو یوسف)، ص ۱۲۵

۲۷۔ کتاب الاموال، ص ۴۶

۲۸۔ یعقوبی، محمد بن اسحاق، تاریخ یعقوبی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت (لبنان)، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲، طبع اول، ۲/ ۱۴۱

۲۹۔ کتاب الخراج (امام ابو یوسف)،ص ۱۵۔۱۶؛ کتاب الاموال،ص ۷۴؛القرشی ، یحی بن آدم، کتاب الخراج، دارالمعرفۃ ، بیروت (لبنان) س۔ن، ص ۸۱
۳۰۔ کتاب الاموال،ص ۴۸۔۴۹
۳۱۔ تاریخ الامم و الملوک ، ۴/۶۴
۳۲۔ الطبقات الکبریٰ ، ۵/۳۴۵
۳۳۔ الجزیری، عبدالرحمن بن محمد عوض، (م ۱۳۶۰ئ)، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، داراحیاء التراث العرابی، بیروت (لبنان)،س۔ن، ۱/۵۱۹
۳۴۔ شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم ، حجۃ اللہ البالغۃ، دارالمعرفۃ بیروت (لبنان)، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ئ،طبع دوم، ۲/۷۰۔۷۱
۳۵۔ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لاتوخذ کرائم أموال النّاس فی الصدقۃ، ۱۴۵۸
۳۶۔ کتاب الاموال،ص ۴۷
۳۷۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۲/۱۸۶
۳۸۔ کتاب الاموال،ص ۴۶
۳۹۔ البلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر، ابوالحسن (م ۲۷۹ھ)، فتوح البلدان، دارالکتب العلمیۃ، بیروت (لبنان)، ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ئ،طبع اول،ص ۴۳
۴۰۔ سنن ابی داوٗد، کتاب الخراج والفیٔ والامارۃ، باب فی أخذ الجزیۃ، ۳۰۳۸
۴۱۔ الطبقات الکبریٰ، ۳/ ۲۸۲
۴۲۔ حوالہ سابق، ۳/۳۲۳
۴۳۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۶۶۳۶
۴۴۔ جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، ۱۳۳۶
۴۵۔ نورمحمد غفاری، اسلام کا قانون محاصل، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، س۔ن، ص ۱۵۷
۴۶۔ الطبقات الکبریٰ، ۳/۱۹۷

***

مغربی اور اسلامی تہذیبوں میں عورت کا مقام

[مریم جمیلہ کے افکار کا مطالعہ]

محترمہ نجم السحر

مریم جمیلہ، عالم اسلام کی وہ تاب ناک شخصیت ہیں جن کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے ایمان تازہ ہوجاتا ہے اور دل ان کے احترام میں قصیدے پڑھنے لگتا ہے۔ انھوں نے اسلام کے لیے جس قربانی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔

مریم جمیلہ کی زندگی کے دو مرحلے ہیں: ابتدائی زندگی انھوں نے امریکہ میں گزاری اور بقیہ زندگی پاکستان میں۔ وہ ۲۳ مئی ۱۹۳۴ء میں امریکہ کے شہر نیویارک میں آباد جرمنی سے تعلق رکھنے والے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں۔ والدین نے پیدائشی نام مارگریٹ مارکس رکھا۔ بچپن ہی سے وہ عام امریکی بچوں سے جدا تھیں۔ یہودی خاندان میں پیدا ہونے کے باوجود ان کو یہودیت نے ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔ وہ اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے سے ہی یہودیت سے متعلق اشکالات کا اظہار کرتیں، پھر جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی گئیں ان کو یہودیت سے نفرت ہوتی گئی۔

مریم جمیلہ بہت حساس خاتون تھیں۔ بچپن ہی میں انھوں نے اپنے گرد وپیش کی چیزوں کا گہرا اثر لیا۔ چوں کہ دوسری جنگ عظیم کا آغاز ان کے بچپن میں ہی ہوگیا تھا، اس وقت بھی اتنی کم عمری کے باوجود وہ جنگ کے تمام حالات سے باخبر رہتی تھیں۔ جب جنگ کی تصویریں دیکھتی تھیں تو بہت زیادہ غم زدہ ہوجایا کرتی تھیں۔ ان کے اندر ہمدردی کے جذبات بچپن سے ہی موج زن تھے۔ جب وہ اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی

تھیں تب ان کی کلاس میں ایک لڑکی بہت غریب تھی۔ اس کی یونیفارم بہت پرانی تھی۔ مریم جمیلہ اس غریب لڑکی کو دیکھ کر بہت غم زدہ ہوجایا کرتیں۔ جب اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو وہ اپنا کھانا اس کو کھلا دیا کرتی تھیں۔ ؎۱ ایک مرتبہ مریم نے ریڈیو پر عربی موسیقی سنی، جو انھیں بہت اچھی لگی۔ وہ اپنے والد کے ساتھ عربی موسیقی کی کیسٹ خریدنے بازار گئیں۔ اسی وقت ان کی نظر ام کلثوم کی قراءتِ قرآن کریم کی کیسٹ پر پڑی۔ اسے انھوں نے خرید لیا۔ جب گھر لاکر انھوں نے قراءت سنی تو وہ ان کے دل کو چھو گئی اور مغربی موسیقی میں ان کی دل چسپی ایک دم ختم ہوگئی۔ ؎۲

جب انھوں نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا تو ان کو اس سے اتنی دل چسپی ہوگئی کہ وہ ان کا ساتھی بن گیا۔ وہ دن رات اس کا مطالعہ کرتیں۔ قرآن کریم کے مطالعے سے پہلے ان کا حال ایسا تھا جیسے ان کی زندگی ختم ہو چکی ہو۔ وہ بالکل حوصلہ شکن، خستہ حال، افسردہ اور مایوس رہتی تھیں، معاشرے میں اپنا مقام تلاش کر کے تھک چکی تھیں اور ان کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے سمندر میں بہہ رہی ہوں اور ان کو کنارہ نہ مل رہا ہو۔ ان کی کشتی بھنور میں پھنسی ہوئی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں اور کہاں جائیں؟ یہودیت اور بہائیت کسی سے بھی ان کو تسلی نہیں ہوئی۔ اس کش مکش میں پکتھال کے ترجمۂ قرآن نے انھیں بچا لیا اور آخر کار قرآن کریم پڑھ کر ان کو اپنی اصل پہچان حاصل ہوگئی۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے ان کو سمجھ آ گیا کہ یہی سچا مذہب ہے اور یہ واحد مذہب ہے، جو مکمل راہ ہدایت ہے۔ ؎۳

مریم جمیلہ نے تہیہ کیا کہ ان کی زندگی کا مقصد اسلام کے خلاف اٹھنے والے مغرب کے اشکالات کو دور کرنا اور اسلام پر لگائے جانے والے الزامات کو غلط ثابت کرنا ہوگا۔ انھوں نے اپنی زندگی اسلام کے بارے میں مضامین اور کتابیں لکھنے کے لیے وقف کردی۔ انھوں نے ان مسلمانوں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جو جدید خیالات کے حامل تھے۔ ان شخصیتوں میں، جن کو مریم جمیلہ نے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا، سرسید احمد خان، شیخ محمد عبدہٗ اور سید امیر علی وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے دین کو گہرائی سے سمجھنے کے لیے اس

دور کے بڑے بڑے علماء کو خطوط بھیجے، لیکن سب سے زیادہ وہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے جوابات سے متاثر ہوئیں، جو جماعت اسلامی پاکستان کے امیر تھے۔ مولانا نے نہ صرف ان کے خیالات سے اتفاق کیا، بلکہ ان کے حالات کو سمجھتے ہوئے ان کو پاکستان آکر رہنے کی دعوت بھی دی۔ مولانا نے ان سے اسلام قبول کرنے کو نہیں کہا، کیوں کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ مریم پہلے ہی سے اسلام کے رنگ میں رنگ چکی ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے ان سے صرف اتنا کہا کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیں۔ ۵؍دسمبر ۱۹۶۰ء سے ۱۸؍اپریل ۱۹۶۲ء تک مریم جمیلہ نے گیارہ خط مولانا مودودیؒ کو لکھے اور مولانا نے تمام خطوط کے جواب دیئے۔ [۴]

آخر کار وہ ۳۰؍جون ۱۹۶۲ء کو اپنی منزل مقصود کراچی پہنچ گئیں۔ انھیں لاہور میں مولانا مودودی کے گھر تک پہنچایا گیا۔ نئے ماحول میں ان کو کچھ دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سب سے بڑا مسئلہ زبان کا تھا اور پاکستان کی گرم آب و ہوا، کھانا پینا اور رہن سہن بھی امریکی زندگی سے بالکل مختلف تھا، لیکن اس کے باوجود ان کا کہنا تھا کہ ''نیویارک کی بہ نسبت میں یہاں بہت بہتر ہوں''۔ کچھ دنوں میں انھوں نے نئے ماحول سے مطابقت پیدا کرلی۔ مولانا مودودی مریم جمیلہ سے اپنی بیٹی کی طرح محبت کرتے تھے [۵]۔ مریم نے پاکستان سے اپنے والدین کو متعدد خطوط لکھے، جن میں اپنے حالات تفصیل سے بیان کیے۔ ایک خط میں لکھا:

> ''میں امریکہ کے معاشرے میں بالکل تنہا محسوس کر رہی تھی اور اسلام قبول کر لینا ہی میری پریشانیوں کا خاتمہ نہیں تھا۔ جب میں نے پاکستان آنے کا ارادہ کرلیا تب میری زندگی کو ایک مقصد مل گیا اور پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ بچپن سے جوانی تک کس طرح میں اس دنیا میں تنہا، ناخوش، مایوس اور بنا کسی دوست کے پھنسی ہوئی تھی، تبھی مولانا مودودیؒ نے میرے لیے ایک دروازہ کھول دیا اور انھوں نے اس بات کا احساس دلوایا کہ اگر میں مزید امریکہ میں قیام کروں گی تو پریشان کن

حالات سے مجھے گزرنا پڑ سکتا ہے۔ اس لیے میں مولانا کی بہت شکر گذار ہوں۔اب میں نے اپنی پہچان کو پالیا"۔۶؎

۸/اگست ۱۹۶۳ء کو مریم جمیلہ کا نکاح یوسف خان سے ہوگیا، جو اس وقت جماعت اسلامی کے ایک سرگرم رکن تھے۔ انھوں نے اسلام کے لیے نہ صرف اپنے والدین کو چھوڑا، بلکہ اپنا وطن، اپنی زبان، اپنا ملک، اپنا سب کچھ چھوڑ دیا اور ایک ایسی جگہ آکر بس گئیں جہاں نہ ان کا کوئی اپنا تھا، نہ وہاں کی زبان سے واقف تھیں، لیکن پھر بھی بنا کسی پس وپیش کے انھوں نے صرف اللہ کے بھروسے پر یہ قدم اٹھالیا۔ اس اجنبی ملک میں ان کو اتنی اپنائیت محسوس ہوئی کہ یہیں کی ہوکر رہ گئیں۔ انھوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور اپنی عمر کے آخری حصے تک قلم اٹھائے رکھا۔ انھوں نے اپنی تصانیف میں اسلام کے بارے میں مستشرقین اور مغربی فکرونظر سے مرعوب مسلمان دانش وروں کے مغالطوں اور اسلام کے بارے میں غلط تعبیرات کی تصحیح کو اپنی علمی تحقیق کا مرکز بنایا۔ انھوں نے مغربی علوم کی ناپائیداری اور اس کی کھوکھلی شان و شوکت کو نہایت ٹھوس علمی و عملی شواہد اور دلائل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ مغربی تہذیب و ثقافت جن عقائد ونظریات پر مبنی ہے، مریم نے اس کا ابطال بھی مغربی احوال اور تاریخی حقائق سے کیا ہے۔مغربی معاشرے میں پیدا ہونے اور پرورش پانے کی وجہ سے انھیں مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا اور انھوں نے مغربی لا دینی نظریات کا براہ راست مشاہدہ کیا۔اس بنا پر ان کی مغرب پر زوردار تنقید اپنے اندر ایسے حقائق رکھتی ہے جنہیں آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ مغرب کے مادہ پرستانہ نظریات کے علم برداروں کی علمی بنیادوں کو منہدم کرنے میں مریم جمیلہ نے نہایت قابل قدر تنقیدی لٹریچر فراہم کیا ہے۔ انھوں نے استعماری طاقتوں کے انسانیت کش اصولوں اور معاشی استحصال کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا کہ مغربی نظام حیات اور حکم رانی کے ضابطے بنی نوع انسان کو امن وسکون فراہم نہیں کر سکتے۔ انھوں نے چونتیس (۳۴) کتابیں لکھی ہیں۔ ہر کتاب میں ان حالات کا عکس نظر آتا ہے جو امریکہ میں انھوں نے محسوس کیے۔

مریم جمیلہ ۳۱/ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو دار فانی سے رخصت ہوگئیں۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کو ان کے شوہر کی پہلی بیوی شفیقہ کے برابر میں دفن کیا گیا۔ ے لیکن انھوں نے اپنے پیچھے کتابوں کا جو بیش بہا سرمایہ چھوڑا ہے وہ انسانوں کی رہ نمائی کا اہم کام انجام دیتا رہے گا۔

مریم جمیلہ چوں کہ مغرب میں پلی بڑھی تھیں، اس لیے وہ مغربی تہذیب کی گندگیوں سے اچھی طرح واقف تھیں۔ اسی وجہ سے وہ ان لوگوں کے سخت خلاف تھیں جو اسلام میں عورت کے مقام کو کم تر اور مغرب میں عورت کی حیثیت کو برتر مانتے ہیں۔ ان کا اس بات پر پختہ یقین تھا کہ اسلام میں عورت کا جو مقام ہے وہ کسی بھی حیثیت سے کم تر نہیں ہے، بلکہ ہر لحاظ سے وہ مکمل اور باعزت ہے۔ انھوں نے ایسے لوگوں کے خیالات پر ردعمل کا اظہار کیا ہے جو مساواتِ مرد و زن کا نعرہ لگاتے ہیں اور اسلام میں عورت کے حال پر ترس کھا کر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو بالکل قیدی بنا کر رکھا ہے۔ خاص طور سے انھوں نے ان عنوانات کو اپنا موضوعِ بحث بنایا جن پر اکثر دشمنانِ اسلام تنقید کرتے ہیں، جیسے نکاح میں ولایت، تعدد ازدواج، طلاق اور پردہ وغیرہ۔

مریم جمیلہ نے مصری دانش ور قاسم امین پر سخت تنقید کی ہے۔ قاسم امین پہلا مسلمان ہے جس نے مسلمان عورتوں کو مغربی طرز کی آزادی دلانے کی بات اٹھائی۔ مریم جمیلہ نے اپنی تحریروں میں قاسم امین پر سخت ملامت کی ہے کہ اس نے مغرب سے آنے والی عیسائی مشنری کو بنا سوچے سمجھے قبول کر لیا اور اس کی حمایت کی، جب کہ مسلم عورتوں کی حالت اپنے گھروں میں بہت بہتر تھی اور پردہ، جس پر قاسم امین نے ضرب لگائی، وہ مسلمان عورت خود اپنے لیے بہتر سمجھ کر کرتی تھی۔ مریم جمیلہ نے اپنی تحریروں کے ذریعہ اس سچ کو سامنے لانے کی پوری کوشش کی ہے کہ مساواتِ نسواں کی جتنی بھی تحریکیں ہیں وہ اسلام اور مسلم سماج کا شیرازہ بکھیرنے کے لیے وجود میں آئی ہیں۔ مسلمان عورتوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے اور مغربی تہذیب کے بہاؤ میں نہیں بہہ جانا چاہیے، بلکہ اسلامی تعلیمات پر قدم جمائے رکھنا چاہیے۔ ۸ے

مریم جمیلہ کے مطابق مساوات مرد و زن کی تحریک موجودہ دور کی ایک مصنوعی پیداوار ہے، جو ہر طرح کے قدرتی اور روحانی اصولوں کا رد کرتی ہے۔ کوئی بھی تاریخ یا انسانیات (Humanilies) کا طالب علم تحریکِ نسواں کی مصنوعیت کو ثابت کر سکتا ہے۔ کیوں کہ تاریخ گواہ ہے کہ مرد اور عورت کے کام الگ ہیں اور ان دونو ں میں فرق ہے۔ وہ اس بات کی پوری تائید کرتی ہیں کہ روایتی خاندان سماج کی مضبوطی کی ضمانت ہوتے ہیں۔

مریم جمیلہ نے تحریکِ نسواں کے حامیوں کو بہت ہی اچھے انداز میں سمجھایا ہے:

''اسلامی نقطۂ نظر سے مردوں اور عورتوں کی مساوات بے معنی ہے۔ یہ کہنا ایسے ہی ہے جیسے گلاب اور چمیلی میں برابری کرنا۔ ہر ایک کی الگ خوشبو، رنگ، شکل اور خوب صورتی ہے۔ مرد اور عورت ایک جیسے نہیں ہیں۔ ہر ایک کی امتیازی صورت اور خصوصیات ہیں۔ عورت مرد کے برابر نہیں ہے اور مرد عورت کے برابر نہیں ہے۔ اسلام دونو ں کو معاشرے میں مقابلہ جاتی مقام نہیں، بلکہ اعزازی مقام دیتا ہے۔ ہر ایک کی اس کی فطرت کے مطابق خاص ذمہ داریاں اور کام ہیں''۔ ۹؎

مریم جمیلہ نے اس بات کا بھی جائزہ لیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کی مساوات کی تحریک کا اثر مسلم ممالک پر کس طرح ہوا ہے، جس کے نتیجے میں مایوسی ہاتھ آئی ہے، کیوں کہ اس تحریک کی وجہ سے مسلمان ملکوں سے پردہ کم ہو گیا، مسلم عورتوں نے اپنے روایتی کردار کے خلاف بغاوت شروع کر دی اور اپنی زندگی مغربی عورتوں جیسی گزارنے کی کوشش میں لگ گئیں۔ جیسا کہ Raphael Patai نے اپنی کتاب Women in the Modern World میں لکھا ہے:

''تہران کے زیادہ فیشن یافتہ طبقے میں عورتیں گھر کے کاموں میں کم اور معاشرتی، پیشہ ورانہ، تفریحی اور خیراتی کاموں میں زیادہ وقت گزارتی ہیں۔ کپڑے ڈیزائن کرنے والوں اور بال بنانے والوں کے پاس جاتی ہیں، صبح کی کافی (یعنی ناشتہ) اور دوپہر کا کھانا دوستوں کے ساتھ کرتی ہیں۔

خریداری کرنا اور پارٹیوں میں جانا ان عورتوں کا روز مرہ کا مشغلہ بن گیا ہے۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے ہوٹلوں میں کھانا کھانے، چھٹیاں منانے اور کھیل کود میں مصروف رہتی ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر عورتیں تہذیبی پروگراموں اور خیراتی کاموں میں بھی کافی دل چسپی لیتی ہیں۔ ۱۰؎

''لبنان کے بہت سے شہروں میں عورتیں زیادہ تر گھروں سے باہر نظر آتی ہیں۔ اتوار کے دن بیروت کے ساحلوں پر جتنی تعداد مردوں کی ہوتی ہے اتنی ہی عورتوں کی بھی ہوتی ہے، اور ان میں زیادہ تر نوجوان طبقہ ہی ہوتا ہے۔ ساحلوں پر جانے کا یہ رواج بے شک زوال کی نشانی ہے۔ لبنان میں مغربی طرز کے کپڑوں کا چلن اس مقام تک پہنچ چکا ہے جہاں مغربی عورتوں کا متوسط اور اعلیٰ طبقہ پہنچا ہوا ہے۔ یہاں پر تھوڑی سی روک ہے ان لڑکیوں کے لیے جو اشتعال انگیز کپڑے پہننا چاہتی ہیں۔''

''جاڑوں کے کپڑوں کے علاوہ گرمیوں میں یونی ورسٹی کی لڑکیاں ریشمی چست کپڑے، اسکرٹ اور جسم جھلکنے والے کپڑے پہنتی ہیں۔ اونچی ایڑی کی چپلیں اور لمبی جرابیں پہنتی اور ساتھ میں میک اپ بھی کرتی ہیں۔ کچھ مسلم لڑکیاں (جو یونی وسٹی میں نہیں پڑھتیں) اتنے ہلکے نقاب لگاتی ہیں کہ ان کا چہرہ دکھائی دیتا ہے۔'' ۱۱؎

مریم جمیلہ نے مغرب کے اس الزام پر کہ اسلام میں عورت خود اپنی پسند سے شوہر نہیں چن سکتی، اس طرح گرفت کی ہے کہ اسلام کی نظر میں عورت کو اپنے لیے خود شوہر ڈھونڈنے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کیوں کہ اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ عورت ہزاروں لوگوں کو اپنی خوب صورتی دکھا کر اپنے لیے مستقبل کا ساتھی چننے۔ اسلام نے عورت کو اس خوف ناک پریشانی سے آزاد کر دیا ہے اور اس کی فطرت کے مطابق اس کو تاکید کی ہے کہ وہ گھر میں بیٹھے اور اس بات کا انتظار کرے کہ اس کے والد یا سرپرست اس کے لیے مناسب رشتہ تلاش کرلیں۔ چوں کہ والد یا سرپرست لڑکی سے

زیادہ تجربہ کار ہوتا ہے، اس لیے امید ہے کہ جس انسان کو وہ لڑکی کے شوہر کی حیثیت سے منتخب کرے گا وہ اس کے لیے بہتر ثابت ہوگا۔ چوں کہ لڑکی والد کے مقابلے میں کم تجربہ رکھتی ہے، اس لیے اسلام نے نکاح میں والد کو ولایتِ نکاح کا حق دیا ہے۔ یہ نکاح چوں کہ دونوں کے گھر والوں کی رضامندی سے ہوگا اس لیے زیادہ پائیدار ثابت ہوگا اور طلاق واقع ہونے کے مواقع کم ہوں گے، ان شادیوں کے مقابلے میں جو وقتی جذبات کی بنیادوں پر ہوتی ہیں اور اکثر دائمی رشتے میں تبدیل نہیں ہو پاتیں۔ ۱۲؎

اسلام پر اعتراض کرنے والوں نے تعدد ازدواج کو بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ مریم جمیلہ نے اس اعتراض پر اپنا قلم اٹھایا اور تعدد ازدواج کی حمایت کرتے ہوئے دلیل کے طور پر انور علی خان کا یہ قول نقل کیا ہے:

> ''تعدّدِ ازدواج ضروری ہے، نہ صرف بدکرداری اور مردوں کے آزاد جنسی میلان کی روک تھام کی خاطر، بلکہ بڑی حد تک اس لیے بھی کہ معصوم عورتیں موذی اشخاص کے حوالے نہ ہونے پائیں۔ کیا کسی عورت کے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ کوئی دوسری عورت اس کی سوکن بن کر اس کے شوہر کی محبت میں شریک ہو، تاہم وہ خود بھی اپنے گھر میں بہ حفاظت تمام زندگی بسر کرے اور اس کے بچوں کو بھی باپ کا پیار حاصل رہے، یا یہ بہتر ہے کہ اس کا شوہر دوسری عورت سے چوری چھپے ناجائز تعلقات قائم کرنے پر اس لیے مجبور ہو جائے کہ ملک کا قانون اسے اس آدمی کی جائز بیوی بننے سے روکتا ہے، الّا یہ کہ وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے اور بچوں سمیت اپنے گھر سے نکال دے''۔ ۱۳؎

مریم جمیلہ نے تعدد ازدواج کے حق میں نہ صرف قولی شہادت دی، بلکہ اسے عملی طور پر بھی کر کے دکھا دیا۔ چنانچہ انھوں نے ایک ایسے شخص سے نکاح کیا جن کی پہلے سے بیوی اور بچے موجود تھے۔ ساری زندگی اپنی سوکن کے ساتھ گزار کر ایک مثال قائم کر دی۔

مساواتِ مرد و زن کا نعرہ لگانے والوں نے اسلام میں 'مرد کی قوامیت' پر تنقید

کی ہے، لیکن مریم جمیلہ اس کی حمایت کرتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (النسائ: ۳۴)

مرد عورتوں کے نگراں و محافظ ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے اول الذکر کو موخر الذکر پر فضیلت دی ہے اور وہ عورتوں پر اپنا مال و دولت صرف کرتے ہیں۔

اس آیت کی روشنی میں مریم جمیلہ کہتی ہیں کہ عورت روزی کمانے کی پابند نہیں ہے، الاّ یہ کہ وہ بیوہ یا مطلقہ ہو، اس کی کوئی جائیداد نہ ہو اور نہ کوئی اس کا ایسا مرد رشتہ دار ہو جو اس کی ضروریات بہم پہنچا سکے۔ عام حالات میں قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کا آقا بھی ہے اور مونس وغم خوار رفیقِ حیات بھی۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ عدل وانصاف، محبت اور لطف وعنایت سے پیش آئے۔ دوسری جانب عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی وفادار اور اطاعت شعار ہو اور اس کے اعتماد پر پوری اترے۔ مریم جمیلہ کہتی ہیں کہ قرآن کریم مرد کو عورت پر کسی حد تک فوقیت ضرور عطا کرتا ہے۔

اسی طرح طلاق کے بارے میں وہ کہتی ہیں:

''اسلام نے طلاق کا حق اس لیے دیا ہے کہ اگر مرد اور عورت میں ناچاقی اور سخت بیزاری پیدا ہوگئی ہو تو شائستگی اور باوقار طریقے سے وہ علیٰحدگی اختیار کرلیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب میاں بیوی ایک دوسرے کی رفاقت سے تنگ آچکے ہوں اور باہمی اختلاف کی وجہ سے ان کی زندگی عذاب بن گئی ہو تو انھیں امن وامان کے ساتھ ایک دوسرے سے الگ ہو جانا چاہیے۔ جب کہ اس کے برعکس ہمارے متجددین و مصلحین اس بات پر مُصِر ہیں کہ میاں بیوی کے مزاج میں چاہے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو، انھیں ازدواجی بندھن میں بندھے رہنے پر قانوناً مجبور کرنا چاہیے۔ دنیا کا کوئی قانون کسی مرد اور عورت کو آپس میں محبت کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، اس لیے جب انھیں ایک دوسرے سے تسکین اور مسرت نہیں ملے گی تو وہ اسے کسی اور جگہ ڈھونڈنے پر مجبور

ہوجائیں گے۔ ایسے جوڑے کے سامنے نجات کا صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ عدالت کے دروازے پر دستک دیں اور کذب ودروغ گوئی، تہمت تراشی اور افتراپردازی کے ذریعے ایک دوسرے سے چھٹکارا حاصل کریں۔ گویا انھیں باقاعدہ اپنی رسوائی کا سامان کرنا ہوگا، جس کا نتیجہ مرداورعورت دونوں کی اخلاقی تباہی کی صورت میں نکلے گا۔ کسی معقول سبب کے بغیر طلاق کوئی بدکردار مرد ہی دے سکتا ہے۔ طلاق ملنے کے بعدعورت دوسرا نکاح کرنے اور آسودہ زندگی کا ازسرنو آغاز کرنے کے لیے آزاد ہوجاتی ہے۔ لیکن موجودہ تجدد پسند مصلحین ایک ایسا قانون بنانے کی تگ ودو میں مصروف ہیں جوعورت کواس مرد کے چنگل میں ہمیشہ گرفتار رکھے اور وہ تادم آخر بدسلوکی کا شکار ہوتی رہے"۔ ۱۴؎

مریم جمیلہ نے مردوں اورعورتوں کے اختلاط پربھی کاری ضرب لگاتے ہوئے ان لوگوں پرسخت تنقید کی ہے جولڑکوں اورلڑکیوں کی مخلوط تعلیم کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کوتنبیہ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ مردوں اورعورتوں کا اختلاط بہت سے معاشرتی مفاسد کا ذمہ دار ہے۔ انھوں نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلوائی ہے کہ مخلوط درس گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیاں ازدواجی زندگی اور ماں کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی تربیت شاذ ونادر ہی پاتی ہیں۔اس لیے ان کے نزدیک قرآن کریم کی ان آیات پرعمل کرنے میں ہی عافیت ہے، جن میں نامحرم مردوں سے غیرضروری گفتگو کرنے سےمنع کیا گیاہے، ان سے اختلاط سے روکا گیا ہے اورجسم کے قابلِ شرحصوں کو چھپانے کاحکم دیا گیا ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (الاحزاب: ۳۲)

نرم گفتگو نہ کرو، کہ جس کے دل میں (گناہ کی) بیماری ہو وہ لالچ کرنے لگے اور سیدھی سادی بات کرو۔